مقالات

غیر مسلموں کیساتھ مسلمانوں کا برتاؤ

(از جناب مولوی مشتاق احمد صاحب - مدرسۃ الاصلاح سرائے میر)

انسانی فطرت کے عجائب میں سے یہ بھی ایک بڑا عجوبہ ہے کہ انسان اکثر اپنے عیوب سے بے خبر اور دوسروں کو الزام دینے میں جری ہوتا ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر تو اسے نظر نہیں آتا، مگر دوسرے کی آنکھ کا تنکا تلاش کرنے میں یکایک اسکی اندھی آنکھ خوردبین بن جاتی ہے، اور جب خوردبینی سے بھی کام نہیں چلتا تو بینائی سے گذر کر خلاقی پر اتر آتی ہے۔ جب تلاش کیے سے بھی کوئی تنکا اسے نہیں ملتا تو خود پیدا کر کے بتاتی ہے۔

اسپین فتح کر کے مسلمانوں نے کیا کیا اور پھر اسی ملک پر غالب ہو کر فرنگیوں نے کیا کیا؟ صقلیہ پر جب مسلمان حکمراں ہوئے تو وہاں صدیوں تک عیسائی آبادی کتنی رہی اور پھر جب فرنگی اس پر قابض ہوئے تو وہاں کی مسلمان آبادی کہاں چلی گئی؟ یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں نے اپنی حکومت میں کیا سلوک کیا اور فرنگیوں نے کیا کیا اور اب تک کر رہے ہیں؟ غیر قوموں پر قابو

بقیہ مضمون صفحہ ۱۴ - حرارت کے زندگی نہیں، مگر ہمیں وہ آگ درکار نہیں ہے جو گھر پھونک دینے والی ہو، بلکہ وہ آگ درکار ہے جو کھانا پکا سکے، یعنی ضابطہ کے اندر رہنے والی آگ، جسکا ٹمپریچر ضرورت کے مطابق گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہو۔ ایسے کام کے لیے سب سے زیادہ نازک وقت، ابتدائے کار ہی کا وقت ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر بنیاد کمزور پڑ جائے تو اس پر پوری عمارت کمزور اٹھتی ہے۔ لہذا ہمارے دردمند بھائی ذرا صبر سے کام لیں۔ انشاء اللہ الکریم ایک ایک قدم تدریج اور ترتیب کیساتھ اٹھایا جائیگا، اور ہر قدم اٹھانے کیساتھ ناظرین رسالہ کو اسکی اطلاع دی جاتی رہیگی۔

پا کر رنگ و نسل کا امتیاز کس نے کیا؟ انکی زبان، تہذیب اور انفرادیت کو کس نے کچلنے کی کوشش
کی؟ (Lynching.) جسکا ہم معنی کوئی لفظ عربی، فارسی یا اردو لغت میں پایا ہی
نہیں جاتا کس کی ایجاد ہے؟ (Colour bar.) کا موجد کون ہے؟ اپنے عقائد اور اصول سے
مختلف عقائد اور اصول رکھنے والوں کو نیست و نابود کرنیکے لیے عدالتیں اور (Concentration
camps.) قائم کرنے اور Purge. اور Putsch. کا
نامتناہی سلسلہ جاری کرنیکا فخر کسے حاصل ہے؟ یہ چند سوالات ہیں جنکا جواب تاریخ سے پوچھ لو اور خود اس
زمانہ میں جرمنی، اٹلی، فرانس، بلجیم، روس، انگلینڈ، ہالینڈ اور امریکہ جیسی مہذب قوموں کے کارناموں میں تلاش کرو
پھر ذرا تاریخ سے یہ بھی پوچھو کہ انسان کو شودر بنانیکا شرف کسے حاصل ہوا ہے؟ آدمی کو ملیچھ، راکشس اور
پشاچ میں منتقل کرنیوالے کون ہیں؟ پیدائش کے لحاظ سے انسانوں کے طبقات مقرر کرنا کس کی ایجاد ہے؟ آدمی
کی خلقی نجاست کا چالیس چالیس قدم تک متعدی ہونا کس نے تحقیق کیا؟ آدمی کا محض ہاتھ لگ جانیسے ایک پورے
کنویں کا ناپاک ہو جانا کس کی دریافت ہے؟ آدمی کے کلام کی نجاست سے بچنے کیلیے اینٹ اور پتھر کو دو آدمیوں کے درمیان
بات چیت کا واسطہ بنانیکی نادر تدبیر جنہوں نے ایجاد کی وہ کون تھے؟ پھر ذرا تاریخ سے یہ بھی دریافت کرو کہ بودھ مت کے باشندوں پر
برہمنیت کے متبعین جب غالب آئے تو انہوں نے کیا کیا اور ہندوستان پر جب مسلمان حکمراں ہوئے تو انہوں نے کیا کیا؟ اس سوال کو
تاریخ کے سامنے بھی پیش کرنیکی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کی مردم شماری میں بودھ مت والوں اور ہندوؤں کی
آبادی کے اعداد و شمار دیکھ لینا ہی بس کافی ہے۔

ان روشن حقائق کو سامنے رکھ کر جب آپ دیکھینگے کہ وہی لوگ جنکے کارناموں کیطرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے، آج
مسلمانوں پر ناروا داری، تنگ نظری، تعصب، خونخواری اور ظلم و ستم کے الزامات رکھتے ہیں، تو آپکو انسانی فطرت کی اُس
اعجوبگی و طرفگی کا کمال نظر آجائیگا جسکو ہم نے اپنے مضمون کی تمہید میں بیان کیا ہے۔ دیدہ دلیر مجرم کی یہ تعریف سنی تھی کہ وہ الٹا
کوتوال کو ڈانٹتا ہے اگر اب ایسے ہوشیار مجرم بھی دیکھنے میں آئے کہ وہ اپنا الزام کوتوال کے سر تھوپ دیتے ہیں، اور معصوم بنکر اس

پہلے فرنگی مصنفین نے صدا بلند کی، اور پھر انکے ہندوستانی شاگردوں نے آواز اٹھائی کہ اسلام ایک خونخوار مذہب ہے، مسلمانوں کو قتل و خونریزی کی تعلیم دیتا ہے، اسلام کو بجبر دوسری قوموں پر مسلط کیا گیا، غیر قوموں کو مسلمانوں نے ذلیل و خوار کرکے رکھا اور ظلم و ستم سے پامال کیا، وغیر ذالک من الخرافات۔ یہ صور اس طرح پھونکا گیا کہ خود صور پھونکنے والوں کے کارناموں سے دنیا کی توجہ ہٹ گئی، اور سب کے سب اسلام اور مسلمانوں پر پلٹ پڑے، اور خود مسلمانوں میں بہت سے سادہ لوح اس شک میں پڑ گئے کہ کہیں واقعی ہمارا ہی دامن تو داغدار نہیں۔ چنانچہ سرسید اسکول کے مصنفین نے پچھلی صدی میں جس طرح مرعوبانہ انداز سے اسلام اور مسلمانوں کی صفائی پیش کی وہ اس ساحری کے کمالات کی ایک واضح مثال ہے۔

اس مضمون میں ہم صفائی کی نیت سے نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت کی غرض سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن نے غیر قوموں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کرنے کی تعلیم مسلمانوں کو دی ہے، اور مسلمانوں نے اس تعلیم کے مطابق کیسا برتاؤ ان کے ساتھ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم جو حقائق بیان کرینگے ان کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اگر ناظرین دوسری قوموں کے پچھلے کارنامے، اور ان کے موجودہ طرزِ عمل کے صریح شواہد کو بھی پیشِ نظر رکھیں، تو ان پر یہ حقیقت کھل جائیگی کہ غیر مسلم قوموں کی حکومت دراصل دنیا کے لیے ایک مستقل عذاب ہے، اور دنیا کو امن و چین صرف اس وقت نصیب ہو سکتا ہے جب قرآنی دستور العمل رکھنے والے انسان روئے زمین پر حکمراں ہوں۔

دنیا کے کسی مذہب کی تعلیمات میں آپ کو یہ قاعدہ نہیں مل سکتا کہ اس مذہب کے پیرو تمام ان پیشوایانِ مذہب اور تمام ان صحیفوں پر ایمان لائیں جو خدا کی طرف سے دنیا کے کسی ملک اور کسی عہد میں آئے ہوں، اور اسی طرح ایمان لائیں جس طرح وہ خود اپنے نبی اور اسکی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ خصوصیت صرف قرآن کی ہے کہ وہ اپنے پیروؤں سے کہتا ہے کہ

مسلمانو! تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ تمام گذشتہ پیغمبروں پر بھی ایمان لانا چاہیے کیونکہ اسلام تمام گذشتہ مذاہب کی ایک تکمیلی شکل ہے، روزِ اوّل سے ایک ہی صداقت اور ایک ہی حقانیت کی تعلیم کے لیے تمام انبیا آتے رہے ہیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ان سے الگ کسی نئے مذہب کے بانی نہیں ہیں۔

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَعِیْسٰى وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

(آل عمران - ۹)

کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا (کسی اور دین کی) تلاش میں ہیں، حالانکہ (جو مخلوقات) آسمانوں میں ہیں اور جو..... زمین میں ہیں چار و ناچار اُسی کے مطیع ہیں، اور اسی کی طرف سب کو لوٹ جانا ہے۔ اے محمدؐ ان سے کہدو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اُتری اُس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل، اور اسحٰق اور یعقوب پر اُترے ان پر اور موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو جو کتابیں اس کے رب کی طرف سے دی گئیں ان پر، ہم تو ان پیغمبروں میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے اور اسی ایک خدا کے مطیع ہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ہر قوم کے پیغمبر پر ایمان لانا چاہیے۔ یہ حکم تو ان انسانوں کے متعلق ہے جو خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں، جو خدا کی عبادت کرتے ہیں، جنکے پاس خدا کی طرف سے انبیاء آئے اور جنہیں آسمانی کتابیں عطا کی گئی ہیں۔ اب اُن انسانوں کے بارے میں بھی اسلام کا آخری حکم سُن لیجیے جو پروردگارِ عالم کی پرستش نہیں کرتے، جو عالم

کائنات کے خالق کے سامنے اپنی پیشانیاں خم نہیں کرتے، جنکی تمامتر توجہات کا مرکز پتھر کی مورتیں ہیں، جو اپنی ہرطرح کی خواہش کی تکمیل اپنے بتوں سے چاہتے ہیں، جنکے نزدیک آفتاب ماہتاب اور دوسری مخلوقات قابلِ پرستش ہیں۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الانعام - ۱۳)

اور جنکو یہ لوگ خدا کے بجائے پکارتے ہیں انکو گالی مت دو کیونکہ وہ جہالت کی بنا پر حد سے گذر کر اللہ کی شان میں گستاخی کرینگے۔ اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل ہم نے مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر ان سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہے جو ان کے اعمال ان پر ظاہر کرے گا۔

پھر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم غیر قوموں کے ساتھ سختی سے مت پیش آؤ۔ ان کے ساتھ تمہیں حسن سلوک کرنا چاہیئے۔ اگر تم ان کے ملکوں اور خاندانوں میں دعوت و تبلیغ کرنا چاہو تو وہ راہ اختیار کرو جو حکمت اور موعظت کی ہے، جس میں صرف افہام و تفہیم مقصود ہو۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (النحل - ۱۶)

اے پیغمبر لوگوں کو حکمت و موعظت کی باتوں سے خدا کے راستہ کی طرف بلاؤ اور اگر ان سے بحث کرو تو اس طور پر جو احسن و پسندیدہ ہے تمہارا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اسکی راہ سے بھٹک گیا ہے اور اس کو بھی جو سیدھے راستہ پر آنے والا ہے۔

مذکورۂ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام غیر اقوام کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنے

کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ کسی حال میں یہ جائز نہیں رکھتا کہ مسلمان دوسری قوموں پر زیادتی کریں۔ یا اپنے طرزِ عمل سے ان میں جہالت کا جوش بھڑکائیں، یا حدِ اعتدال سے گذر کر اپنے اخلاق کا کوئی برا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ یہی نہیں، اس سے بڑھ کر وہ کہتا ہے کہ اگر دوسرے تم پر زیادتی کریں، اور ظلم و عدوان پر اتر آئیں تب بھی تم آپے سے باہر نہ ہو، جوشِ انتقام میں انسانیت کی حد سے نہ گذر جاؤ، اور ہر حال میں عدل کو پیشِ نظر رکھو۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (المائدہ - ۱)

اور انہوں نے جو تمہیں مسجدِ حرام کیطرف جانے سے روکا تھا تو یہ عداوت تم کو ان پر زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کردے۔ تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المائدہ - ۲)

اے اہلِ ایمان! تم خدا کی خاطر حق پر قائم رہنے والے اور انصاف کیساتھ شہادت دینے والے بنو اور کسی قوم کی عداوت تمکو ایسا گمراہ نہ بنا دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ نہیں تم انصاف ہی کرو کہ یہی شیوہ پرہیزگاری سے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اللہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اُسے جانتا ہے۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ

اور برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے جتنی کی گئی ہو پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے اسکا

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ
ظُلْمِهٖ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ
سَبِيلٍ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ
يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ
عَزْمِ الْأُمُورِ (الشوریٰ - ۴)

اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ بے شک ظالموں کو
پسند نہیں کرتا - اور جس پر ظلم کیا جائے اور وہ
اس کا بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی گرفت
نہیں - گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو انسانوں
پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق ناروا زیادتیاں
کرتے ہیں - ایسے لوگوں کیلیے دردناک عذاب ہے
اور جو کوئی صبر کرے اور معاف کردے تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے

قٰتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ
يُقٰتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ -
(البقرہ - ۲۴)

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو
جو تم سے لڑیں، مگر زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ
زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا -

قرآن حکیم میں جہاں مسلمانوں کو جہاد کیلیے ابھارا گیا ہے وہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ہر وقت صلح کیلیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ اسلام کے نزدیک جنگ محض دو وجہوں سے جائز ہو سکتی ہے -

(۱) مدافعت کیلیے -

(۲) اصلاح کیلیے - یعنی دنیا کے اندر امن و سلامتی کا قانون جاری رکھنے کیلیے -

اب اگر ان میں سے کوئی مقصد بغیر جنگ کے حاصل ہو جائے یا کوئی ایسی راہ نکل آئے جو ان مقاصد کے خلاف نہ ہو تو اسے فوراً قبول کر لینا چاہیے کیونکہ شدید ضرورت کے بغیر انسانی خون کا ایک قطرہ بھی بہانا قرآن کے نزدیک جائز نہیں -

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ (الانفال - ۸)

اگر دشمن صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر ان کا ارادہ تم سے دغا کرنے کا بھی ہوگا تو تم کچھ پروا نہ کرو اللہ تمہارے لیے کافی ہے - وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنین کی طاقت سے تمہاری تائید کی -

دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ جب تمہارے دشمن جنگ سے ہمت ہار بیٹھیں، اور ان میں تلوار اٹھانے اور جنگ کرنے کی سکت باقی نہ رہے اور یہ معلوم ہو کہ وہ تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں تو تمہیں اس حال میں ان سے جنگ کرنے کا حق نہیں ہے - تم ان پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے بلکہ اس وقت تمہیں فوراً صلح کر لینی چاہیے -

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا (النساء - ۱۲)

پس اگر وہ تم سے ہاتھ روک کر الگ ہو جائیں اور لڑنا چھوڑ دیں اور تمہارے پاس پیغام صلح بھیجیں تو پھر ان پر دست درازی کرنے کا کوئی راستہ اللہ نے تمہارے لیے نہیں رکھا ہے

پھر حکم دیا کہ اگر دشمنوں میں سے کوئی تمہارے پاس پناہ لینے آئے تو اسے قتل نہ کرو بلکہ اُسے اپنی امان میں رہنے کی اجازت دو اور زمانۂ قیام میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور جب وہ اپنے وطن واپس جانا چاہے تو پوری حفاظت کیساتھ اس کے وطن پہنچا دو -

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

اور مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے

اِسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (التوبہ - ۱)

پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو تاکہ وہ کلام خدا کو سن لے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دو۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ اسلام سے نا واقف ہیں۔ (اس طرح انہیں جاننے اور سمجھنے کا موقع ملیگا)۔

یہ تو وہ صورتیں تھیں جن میں خود دشمن صلح کا خواستگار ہو۔ اب ملاحظہ ہو کہ مسلمانوں کو کس وقت دشمنوں کے سامنے صلح پیش کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (محمد - ۴)

اعداء کے مقابلہ میں ضعیف نہ بنو اور انھیں اس وقت صلح کی دعوت دو جبکہ تم غالب و سربلند ہو۔

غور کرو! یہ کتنا بلند اور اعلیٰ درجہ کا اصول ہے۔ آج دنیا کی قومیں اس وقت صلح کرتی ہیں جب ان کے اندر طاقت کم ہوتی ہے، اور وہ دشمنوں سے جنگ کرنیکی قوت اپنے اندر نہیں پاتیں، یا کم سے کم انھیں مقابل کی طاقت سے خطرہ ہوتا ہے۔ اس وقت دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں میں صلح کیوں ہے؟ جرمنی، اٹلی، جاپان، فرانس، روس اور برطانیہ ایک دوسرے سے کیوں نہیں لڑتے؟ صرف اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کو کھا جانے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتے اور مقابل کی طاقت ان کو خوفناک نظر آتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی اتنا طاقتور ہو جائے کہ دوسرے کو بآسانی نگل سکتا ہو، تو وہ اس "کار خیر" میں استخارہ کی بھی راہ نہ دیکھے گا۔ اس کے بالکل برعکس اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب تم طاقتور اور بالادست ہو، اس وقت تم صلح کرو۔ جب دوسروں کو پامال کرنے کا زور تم میں ہو، اس وقت تم پامال کرنے سے باز رہو۔ جب تم کھانے اور

نگلنے کا بل رکھتے ہو اس وقت کھانے اور نگلنے کے بجائے امن اور سلامتی قائم کرو۔ اس لیے کہ تم دنیا میں آدم خوری کے لیے نہیں بھیجے گئے ہو بلکہ آدمیت کا شرف قائم کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو۔ تم زمین پر خدا کے خلیفہ ہو۔ زمین والوں پر خدا کی لعنت نہیں ہو۔ تمہیں خدا نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ اس کی زمین پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔[1]

اب اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت اس بات کیلیے درکار ہے کہ دنیا میں قرآن کے سوا اور کوئی کتاب ایسی نہیں جو عدل اور امن قائم کرنے کے صحیح اصول بتاتی ہو اور متبعینِ قرآن کے سوا اور کوئی اس کا اہل نہیں کہ زمین پر عدل اور امن قائم کرے۔

اس کے بعد یہ دیکھیے کہ جو غیر مسلم قومیں اسلامی حکومت کے دائرے میں آجائیں ان کی جان و مال اور ان کے مذہب اور ان کے اصولِ تہذیب و تمدن کے ساتھ کس قسم کا معاملہ برتنے کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔

فتح مکہ سے قبل کوئی ایسی قوم حکومتِ اسلامی کے دائرہ میں داخل نہیں ہوئی تھی جو بحیثیت رعایا کے سمجھی جاتی یا جسے غیر مسلم قوم سے تعبیر کیا جاتا۔ فتح مکہ کے بعد جب اسلام کو عروج ہوا تو بہت سی قومیں اسلامی سلطنت میں داخل ہوئیں اس لیے ضرورت ہوئی کہ ان کے لیے کوئی منظم اصول بنایا جاتے۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصول مرتب کیے، جنکی بعد کے خلفاء اور اسلامی بادشاہوں نے پوری رعایت ملحوظ رکھی۔ وہ اصول یہ ہیں۔

(۱) کوئی دشمن ذمی کفار پر حملہ کرے گا تو ان کی مدافعت کی جائیگی۔

(۲) ذمیوں کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائیگا۔

(۳) جزیہ کی ادائیگی کیلیے انھیں محصل کے پاس نہیں جانا ہوگا بلکہ محصل خود جا کر وصول کریگا

---

[1] یہ خیالات الجہاد فی الاسلام سے ماخوذ ہیں۔ تفصیل کیلیے اصل کتاب کی طرف مراجعت کرنی چاہیئے۔

(۴) ان کی جان و مال کا اسی طرح تحفظ کیا جائیگا جس طرح مسلمان رعایا کی جان و مال کا کیا جاتا ہے۔

(۵) ان کے تجارتی قافلوں کی حفاظت کا باقاعدہ انتظام اسلامی حکومت کریگی۔

(۶) ان کی اراضیات پر کوئی غاصبانہ قبضہ جائز نہ رکھا جائیگا۔

(۷) ان کو اپنی املاک پر پورے حقوق مالکانہ دیئے جائینگے۔

(۸) ان کے مذہبی عہدوں اور مناصب میں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا جائیگا۔

(۹) ان کی عبادتگاہوں اور ان کے مذہبی مراسم میں کسی طرح کی دست اندازی نہ کی جائیگی۔

(۱۰) ان پر خود انہی کے مذہبی و تمدنی قوانین نافذ کیے جائینگے، حتیٰ کہ مجوسیوں کے ہاں اگر بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے تو اسلامی حکومت بھی ان کے لیے اس کو جائز رکھیگی۔

(۱۱) ان کے ملکی حقوق (Civil rights.) اور واجبات وہی ہونگے جو مسلمانوں کے ہیں۔ اور فوجداری قانون کی نگاہ میں وہ اور مسلمان مساوی ہونگے۔

(۱۲) ان کی جن ریاستوں کو اسلامی حکومت اپنی حفاظت میں لے گی ان کے علاقہ میں کوئی فوج نہ بھیجی جائیگی۔

(۱۳) ان سے فوجی خدمت نہ لی جائیگی اور نہ جزیہ کے علاوہ کوئی اور رقم انکی حفاظت کے لیے طلب کی جائیگی۔ اور اگر اسلامی حکومت انکی حفاظت سے عاجز ہو تو جزیہ واپس کر دیا جائیگا۔

ان قواعد و ضوابط کا ماخذ وہ اعلانات (Proclamations.) ہیں جو مختلف غیر مسلم آبادیوں کو اپنی حفاظت میں لیتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمائے تھے۔ مثال کے طور پر ہم وہ اعلان نقل کرتے ہیں جو نجران کے عیسائیوں کو لکھ کر دیا گیا تھا۔

ولنجران وحاشیتها جوار اللہ و ذمۃ محمد النبی رسول اللہ

علی انفسہم وملتھم وارضھم واموالھم وغائبھم وشاھدھم وعبیدھم وبیعھم وامثلتھم۔ لا یغیر ما کانوا علیہ ولا یغیر حق من حقوقھم وامثلتھم ولا یفتن اسقف من اسقفیتہ ولا راھب من رھبانیتہ ولا واقہ من وقاھیتہ علی ما تحت ایدیھم من قلیل او کثیر ولیس علیھم رھق ولا دم جاھلیۃ ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضھم جیش [1]

یہ چند اصول تھے جنکو آنحضور صلعم نے اسلام کے زیر سایہ رہنے والی قوموں کے لیے مقرر کیا تھا۔ ان قواعد کو سامنے رکھکر غور کیجیے کہ عہد نبوی سے لیکر آج تک جن سلطنتوں نے اپنی محکوم قوموں کے ساتھ انتہائی فیاضانہ برتاؤ کیا ہے، کیا ان میں سے کسی نے بھی اتنے وسیع حقوق و مراعات عطا کیے ہیں؟ انگریزی حکومت موجودہ زمانہ کی حکومتوں میں محکوم قوموں کیلیے سب سے زیادہ فیاض مشہور ہے۔ مگر خود دیکھ لیجیے کہ دونوں حکومتوں کے اصولوں میں زمین و آسمان کا بُعد ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ جس قدر اصول مقرر کیے گئے تھے ان پر خلفاء اسلام اور مسلمانوں نے کہانتک عملدرآمد کیا۔ سب سے زیادہ اس بحث کے فیصلہ کے لیے جس دور کے واقعات مناسب ہیں وہ دور فاروقی ہے، کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ کا زمانۂ خلافت کافی طویل ہے جس میں اسلامی حکومت کے تمام قواعد و ضوابط مرتب اور عملاً نافذ ہو گئے تھے، اور وہ تصویر مکمل ہو چکی تھی جس کا خاکہ عہد نبوی و عہد صدیقی میں تیار ہوا تھا۔

آج جن قوموں کو اپنے عدل و انصاف پر ناز ہے، جنکو اپنے نظام حکومت پر فخر ہے، وہ بھی

---

[1] کتاب الخراج للامام ابی یوسف رح

عدل اور رواداری کی ویسی مثال نہیں پیش کر سکتیں جیسی فاروقی عہد میں ملتی ہے۔ مفتوحین کے ساتھ ان کے برتاؤ کو فاروقِ اعظم کے برتاؤ سے کوئی مناسبت نہیں۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ذمی اور مسلمان کے خون کی قیمت یکساں ہے۔ اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کریگا تو وہ اسی طرح قتل کیا جائیگا جس طرح مسلمان کے قتل کی صورت میں ذمی قتل کیا جائیگا۔ جماعتیں اور قومیں دعوی کرتی ہیں کہ ہم بھی اسی اصول پر قائم ہیں لیکن کیا انگریزوں کا ہندوستان میں اور فرانسیسیوں کا شمالی افریقہ میں یہی عمل ہے؟ اس کے برعکس مسلمانوں کو دیکھیے کہ یہاں جو اصول پیش کیا گیا اس کے مطابق عمل بھی کر کے دکھادیا گیا۔ دور فاروقی میں ایک مرتبہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو جب اس کی خبر ہوئی تو حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے قبیلہ والوں کے سامنے حاضر کر دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور مقتول کے وارثوں نے اسکو تہ تیغ کر دیا[1]۔

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عیسائی غلام تھا۔ آپ برابر اس کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کرتے تاکہ وہ اسلام قبول کرے لیکن وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ اگر آپ چاہتے تو اس پر دباؤ ڈال سکتے تھے۔ مگر آپ نے کبھی اپنا حاکمانہ اثر استعمال نہ کیا۔ وہ آخر وقت تک آپ کے پاس رہا اور عیسائی رہا۔

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی بالکل وہی طریقہ رہا جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تھا۔ دور عثمانی میں جبکہ کوفہ کی گورنری پر ولید بن عقبہ مامور تھے ایک یہودی نے شعبدہ بازی کے بہت سے تماشے دکھائے۔ اس پر جندب بن کعب کو جو مشہور تابعی ہیں خیال ہوا کہ کہیں یہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دے۔ چنانچہ انھوں نے یہودی کو قتل کر دیا۔ ولید نے فوراً ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ جب وہ گرفتار کر کے لائے گئے تو ولید بن عقبہ نے یہودی کے قصاص میں انھیں قتل کرنا چاہا۔ لیکن

[1] زیلعی، تخریج ہدایہ صفحہ ۳۳۸ و ۳۳۹

اس وقت ایسا کرنے میں بڑا خطرہ تھا، ممکن تھا کہ قتل کے باعث ان کا قبیلہ برانگیختہ ہو جاتا اور اس طرح ایک مہلک جنگ چھڑ جاتی - اس لئے ولید نے انھیں قید کرنے کا حکم دیا تاکہ موقع پاکر انھیں قتل کرادے - داروغہ جیل کو جندب بن کعب کے حال پر رحم آگیا اور اس نے کہا کہ تم چپکے سے رات کو نکل جاؤ ورنہ قتل کردیے جاؤ گے - جب انھیں معلوم ہوا کہ میرے ساتھ اس طرح کی کارروائی ہونے والی ہے تو وہ رات کو قید خانے سے نکل بھاگے - صبح جب ولید کو ان کی فراری کی خبر معلوم ہوئی تو داروغہ پر بہت خفا ہوا اور کہا یقیناً قیدی کے بھگانے میں اس کا ہاتھ شریک تھا، اسی کی شرارت سے ایسا ہوا ہے اس لئے اس کے بدلے داروغہ کی گردن زدنی کا حکم دیا اور اس کے حکم کے مطابق داروغہ قتل کردیا گیا[1] - ہم یہاں اس سے بحث نہیں کرتے کہ داروغہ کا قتل غلط تھا یا صحیح - ہمیں محض یہ دکھانا مقصود ہے کہ خلفائے اسلام اور مسلمان غیر قوموں کے حقوق کا کتنا پاس کرتے تھے -

خلیفۂ چہارم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا صاف اعلان تھا کہ "من کان لہ ذمتنا فدمہ کدمنا ودیتہ کدیتنا" چنانچہ آپ ہمیشہ اسی پر عامل رہے - آپ کے زمانے میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کردیا - آپ نے مسلمان کو گرفتار کرکے مقتول کے قبیلہ کے سپرد کردیا - قبیلہ والوں نے خون بہا لیکر قاتل کو رہا کردیا - اس پر حضرت علیؓ نے انہیں بلاکر کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم لوگ قاتل کے قبیلہ سے ڈر گئے - ان لوگوں نے کہا نہیں ہم لوگوں نے اپنی خوشی سے ایسا کیا ہے - کسی کے خوف سے ایسا نہیں ہوا ہے[2]

جنگ صفین کی تیاری ہے - ٹھیک فوج کی روانگی کے وقت خلیفۂ چہارم کی زرہ کھوئی

[1] مسعودی ذکر خلافت کتاب الاوائل میں اس واقعہ کو کسی قدر اختلاف کیساتھ نقل کیا ہے -

[2] زیلعی صفحہ ۲۸ -

جاتی ہے - جنگ سے واپس آنیکے بعد وہی زرہ آپ ایک یہودی کے پاس دیکھتے ہیں اور جب اس سے زرہ کا مطالبہ کرتے ہیں تو وہ صاف ..... انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ زرہ میری ہے، یہ تو سالہا سال سے میرے پاس ہے - گو آپ کو کامل یقین ہے کہ یہودی سراسر جھوٹ بول رہا ہے اور اس میں آپ کو کسی قسم کا شبہ نہیں کہ زرہ آپ کی ہے، لیکن اس کے باوجود آپ اپنے اختیارات خصوصی سے کام نہیں لیتے، اور رعیت کے ایک معمولی فرد کی طرح عدالت میں دعویٰ دائر کرتے ہیں - قاضی عدل و انصاف کے سامنے یہ نہیں دیکھتا کہ حضرت علیؓ خلیفۂ وقت ہیں - اسے آپ کی شخصیت کا کوئی خیال نہیں ہوتا بلکہ آپ کی جلالت اور مرتبہ کو نظر انداز کر کے قانون کے مطابق آپ سے زرہ کی ملکیت پر شہادت طلب کرتا ہے، آپ اپنے ایک غلام اور اپنے صاحبزادے امام حسنؓ کو شہادت میں پیش کرتے ہیں - قاضی...... صاف کہتا ہے کہ امام حسنؓ کی شہادت اس معاملہ میں معتبر نہیں اس لیے کہ وہ آپ کے بیٹے ہیں اور باپ کے دعوے پر بیٹے کی شہادت تسلیم نہیں کی جا سکتی - یہ عدل دیکھکر یہودی بے ساختہ کلمہ پڑھکر مسلمان ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ جس دین میں یہ عدل و انصاف ہے اور جس کے ماننے والے اس قدر صداقت پرست ہیں وہ یقیناً سچا اور قابلِ اتباع مذہب ہے -

بعد کے خلفاء کے متعلق بھی تاریخ میں ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومتوں نے عموماً غیر مسلم رعایا کے ساتھ وہی برتاؤ کیا ہے جسکی تعلیم اسلام نے دی ہے - اور جب کبھی اس سے انحراف کیا گیا، علماء اسلام نے اسکی مخالفت کی - مثال کے طور پر مسجد دمشق کے واقعہ کو لیجیے - جب دمشق میں مسلمان آبادی بڑھی اور ضروریات کے لیے مسجد ناکافی پائی گئی تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے چاہا کہ کنیسۂ یوحنا کو خرید کر مسجد میں شامل کر لیں - مگر عیسائیوں نے قبول نہ کیا اور حضرت معاویہ خاموش ہو گئے - پھر خلیفہ عبدالملک بن مروان نے

عیسائیوں کو بہت بڑی رقم دے کر کنیسہ لینا چاہا۔ مگر ان کے انکار پر خلیفہ خاموش ہو گیا۔ پھر خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اپنے عہد حکومت میں بہت بڑی رقم دے کر کنیسہ خریدنے کی کوشش کی اور جب عیسائی راضی نہ ہوئے تو اس نے جبراً اس کو توڑ کر مسجد میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر ابنِ عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حکم دیا کہ مسجد میں جتنا حصہ اس گرجا سے لیکر بڑھایا گیا ہے اسے عیسائیوں کے حوالہ کر دیا جائے[1]۔

خلیفہ منصور نے جب شہر بغداد کو دارالسلطنت بنانا چاہا تو آس پاس کی زمینوں کو غیر قوموں سے قیمت دیکر حاصل کیا اور چپہ بھر زمین بھی کسی ذمی سے نہ چھینی[2]۔

ولید بن یزید نے رومی حملہ کے خوف سے قبرس (Cyprus.) کے باشندوں کو جلاوطن کر کے شام میں آباد کیا تو اس پر فقہائے اسلام سخت ناراض ہوئے اور اسے گناہِ عظیم سمجھا۔ اور جب یزید بن ولید نے ان کو پھر قبرس واپس کیا تو عام طور پر اس کی تعریف کی گئی اور کہا گیا کہ یہی انصاف ہے[3]۔ ایک مرتبہ جبل لبنان کے ذمی باشندوں نے بغاوت کی صالح بن علی بن عبداللہ نے ان کی سرکوبی کے لیے فوج بھیجی اور ان کے ہتھیار اٹھانے والے مردوں کو قتل کر کے آبادی کے ایک بڑے حصہ کو جلاوطن کر دیا۔ اس پر امام اوزاعی نے سخت احتجاج کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسے یاد دلایا کہ "جو کوئی کسی ذمی پر ظلم کریگا اور اسکی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا اس کے خلاف قیامت کے روز میں خود مدعی بنونگا"[4]

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۱ - ۱۳۲ -

[2] فتوح البلدان صفحہ ۳۰۳ -

[3] فتوح البلدان صفحہ ۱۶۳ -

[4] فتوح البلدان صفحہ ۱۶۹ -

مذہبی معاملات میں بھی اسلام نے غیر قوموں کو جو آزادی دی تھی اس کی نظیر کوئی قوم اور کوئی حکومت نہیں پیش کر سکتی - اوپر وہ اصول بیان ہو چکے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم قوموں کے مذہبی حقوق کے متعلق مقرر فرمائے تھے - ان میں سب سے زیادہ نمایاں جو چیز ہے وہ اعتقادات اور مذہبی اعمال اور مذہبی قوانین اور مذہبی عبادتگاہوں اور ان کے متعلقہ عہدوں کی کامل آزادی ہے - ان اصولوں کے مطابق عمل کرنے میں اسلامی حکومت نے اتنی راستبازی کا ثبوت دیا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کی شراب یا اسکے خنزیر کو بھی تلف کیا ہے تو اس کا تاوان ذمی کو دلوایا گیا ہے[1]۔

یہاں ہم مذہبی معاملات کے متعلق وہ چند میثاق نقل کرتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ اصولوں کے تحت اسلامی فرمانرواؤں نے غیر مسلم مفتوحین کو لکھ کر دیے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب حیرہ پر مسلمانوں کا تسلط ہوا تو آپ نے وہاں کے عیسائیوں کو یہ میثاق لکھ کر دیا۔

لا یھدم لھم بیعۃ ولا کنیسۃ	ان کے گرجے اور کنیسے نہیں ڈھائے
ولا یمنعون من ضرب النواقیس	جائیں گے، انھیں سنکھ بجانے اور اپنے
ولا من اخراج الصلبان فی	تہواروں میں صلیب نکالنے سے روکا
یوم عیدھم[2]	نہیں جائیگا۔

مقام عانات پر جب حضرت خالدؓ کو فتح ہوئی تو وہاں کے پادریوں کو آپ نے جو اقرار نامہ لکھ کر دیا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

---

[1] درالمختار جلد ۳ ص ۲۷۳ -

[2] کتاب الخراج صفحہ ۸۴ -

لا یھدم لھم بیعة ولا کنیسة علی ان	ان کے گرجے مسمار نہیں کیے جائینگے
یضربوا نواقیسھم فی ای ساعة شاؤا	اوقات نماز کے سوا رات اور دن میں وہ جب
من لیل او نھار الا فی اوقات الصلوٰة۔	چاہیں ناقوس بجائیں اور اپنے تہواروں میں صلیب
علی ان یخرجوا الصلبان فی ایام عیدھم	نکالنے کی ان کو آزادی ہوگی۔

حضرت عمرؓ فاروق نے بیت المقدس کی فتح کے بعد جو اقرار نامہ لکھا وہ بعینہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

اعطاھم امانا لانفسھم و	ان کو امان دی، ان کی جان و مال اور
اموالھم ولکنائسھم وصلبانھم و	ان کے کنیسوں اور صلیبوں اور ان کے
سقیمھا و بریھا و سائر ملتھا انه	تندرستوں اور بیماروں کے لیے یہ امان ایلیا
لا یسکن کنائسھم ولا تھدم ولا	کی تمام ملتوں کیلیے ہے، عہد کیا جاتا ہے کہ
ینتقص منھا ولا من حیزھا ولا من	ان کے کنیسوں کو مسلمانوں کا مسکن نہ بنایا
صلیبھم ولا من شیٍٔ من اموالھم	جائیگا نہ ان کو منہدم کیا جائیگا نہ ان کے احاطوں
ولا یکرھون علی دینھم ولا یضار	اور ان کی عمارتوں میں کوئی کمی کی جائیگی نہ
احد منھم۔	ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں سے
	کسی چیز کو نقصان پہنچایا جائیگا، ان پر دین کے
	معاملہ میں زبردستی نہیں کی جائیگی اور نہ ان
	میں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائیگا۔

حضرت ابو عبیدہ نے بعلبک کے عیسائیوں کے لیے ان لفظوں میں صلحنامہ لکھا۔

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۸۶۔

هٰذا کتاب امان لفلان بن فلان واہل بعلبك، رومها وفرسها وعربها علی انفسهم واموالهم وکنائسهم ودورهم داخل المدینة وخارجها وعلی ارحائهم - من اسلم فله مالنا وعلیه ما علینا - ولتجارهم ان یسافروا الی حیث ارادوا من البلاد التی صالحنا علیها - وعلی من اقام منهم الجزیة والخراج -

یہ امان نامہ ہے فلان ابن فلان اور اہل بعلبک کیلیے عام اس سے کہ وہ رومی ہوں یا فارسی یا عربی امان ہے ان کی جان، مال، کنائس اور عمارات کیلیے عام اس سے کہ وہ شہر کے اندر ہوں یا باہر، اور امان ہے ان کی چکیوں کیلیے - ان میں سے جو مسلمان ہو جائیگا اس کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں اور اس کے وہی فرائض ہیں جو ہم پر فرض ہیں - اور ان کے تاجروں کو حق ہوگا کہ جن ملکوں سے ہماری صلح ہو چکی ہے ان میں آزادی کیساتھ آمد و رفت کریں - اور ان میں سے جو اپنے دین پر قائم رہیگا اس پر جزیہ اور خراج ہے -

اسی قسم کے معاہدات قریب قریب تمام ان علاقوں کے باشندوں سے کیے گئے تھے جن کو مسلمانوں نے فتح کیا، اور ہمیشہ ان کی پابندی سختی کے ساتھ کی گئی - اگر کبھی کسی مسلمان حکمران نے ان کی خلاف ورزی کی بھی تو مسلمانوں کی رائے عام نے اسے کبھی پسند نہ کیا اور ان کے ماہرین قانون نے ایسے افعال کو ہمیشہ ناجائز ٹھیرایا، اور اکثر ایسا ہی ہوا کہ رائے عام کے دباؤ سے اسلامی حکومتوں کو اپنی غلطی کی تلافی کرنی پڑی - مثال کے طور پر عباسی خلیفہ ہادی کے زمانہ میں مصر کے گورنر علی بن سلیمان نے چند گرجوں کو مسمار کر دیا تھا - ہادی کے انتقال کے بعد جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو اس نے علی بن سلیمان کو معزول کر کے اس کی جگہ موسیٰ بن عیسیٰ کو

مصر کا گورنر مقرر کیا اور موسیٰ نے مسمار شدہ گرجوں کے متعلق علماء سے فتویٰ دریافت کیا۔ تمام علماء نے بالاتفاق یہی فتویٰ دیا کہ ان گرجوں کو از سرِ نو تعمیر کیا جائے اور کہا کہ مصر میں جسقدر گرجے ہیں وہ صحابہ کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مسمار شدہ گرجے حکومت کی جانب سے از سرِ نو تعمیر کیے گئے[1]

اسی طرح دمشق کا ایک گرجا ایک شخص کی شرارت سے قبیلہ بنی نصر کے قبضہ میں آگیا تھا، جب حضرت عمر بن عبدالعزیز سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے وہ گرجا عیسائیوں کو واپس دلایا[2]۔ اسطرح کے بیشمار واقعات ہیں لیکن بسبب طوالت ہم انھیں نظر انداز کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اسلامی دور میں گرجوں اور بتخانوں کی تعمیر کا حق غیر مسلموں کو نہ تھا۔ لیکن میں کہونگا کہ مذہبی تعصب کی عینک اصل حقیقت کو کبتک چھپائیگی۔ تاریخ میں ایک نہیں بیشمار واقعات اس کے خلاف شہادت دیتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء نے کبھی اس میں رکاوٹ نہیں پیدا کی۔ اسلامی بادشاہوں کی جانب سے اس بارے میں کوئی خاص پابندی عائد نہ تھی۔ خاص اسلامی شہر بغداد میں اس کثرت سے گرجے تعمیر ہوئے کہ ان کا شمار محال ہے اگر کوئی انکا استقصاء کرنا چاہے تو اسے معجم البلدان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ قاہرہ میں جو گرجے ملتے ہیں وہ سب اسلامی عہد کے تعمیر کردہ ہیں۔ خالد بن عبداللہ قسری نے اپنی گورنری کے زمانہ میں خود اپنی عیسائی ماں کیلیے ایک گرجا تعمیر کرایا[3]۔ عضد الدولہ نے جو ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے اپنے وزیر کو گرجوں اور بتخانوں کی تعمیر کا عام اختیار دیا تھا۔ اس کے زمانہ میں عیسائیوں اور

[1] تاریخ مقریزی جلد دوم صفحہ ۵۱۱

[2] النجوم الزاہرہ واقعات ۹۹ھ

[3] ابن اثیر واقعات ۳۶۹ھ

غیر مسلم قوموں کے ساتھ بڑی بڑی مراعات کی گئیں، چنانچہ شاہی حکم کے مطابق ۳۶۹ھ میں مختلف اسلامی شہروں میں گرجے تعمیر ہوئے[1]۔ اسلامی دور میں صرف یہی نہ تھا کہ گرجوں کی تعمیر کی اجازت تھی بلکہ ساتھ ہی یہ عام رعایت بھی تھی کہ جو جائدادیں گرجوں اور مذہبی اداروں پر وقف تھیں انکو بحال رکھا گیا۔ حتیٰ کہ گرجوں کے پادریوں اور بتخانوں کے پجاریوں کو حکومت کی جانب سے وظیفے بھی ملتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے جب مصر پر قبضہ کیا تو گرجوں کے اوقاف کو علیٰ حالہ باقی رکھا[2]۔ محمد بن قاسم نے جب سندھ فتح کیا تو تمام برہمنوں کو بلا کر وظیفے مقرر کیے، اُن کو جو اختیارات پہلے سے حاصل تھے ان کو باقی رکھا اور بتخانوں کی جاگیروں میں کوئی کمی نہیں کی[3]۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک عورت نے مسلمانوں کی ہجو میں اشعار کہے جنکو سنکر ایک افسر سخت برہم ہوا اور اس نے جاکر اس عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ صدیق اکبرؓ نے اس افسر کو خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

> "اگر وہ عورت مسلمان تھی تو اسے کوئی معمولی سزا دینی چاہیے تھی تاکہ اسے ایک طرح کی تنبیہ ہو جاتی اور اگر وہ ذمی تھی تو اس سے درگذر کرنا چاہیے تھا اس لیے کہ جب ہم نے ذمیوں کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور جب ہم ان کے شرک سے چشم پوشی کرتے ہیں تو یہ جرم تو بہت معمولی تھا[4]"

[1] ابن الاثیر واقعات ۳۶۹ھ

[2] تاریخ مقریزی جلد دوم صفحہ ۴۹۴

[3] تاریخ سندھ مصنفہ علی بن حامد۔

[4] تاریخ طبری واقعات ۱۱ھ

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مرو کے بطریق (بیٹریارک) نے ایران کے لارڈ بشپ کو ایک خط لکھا تھا جس کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔

"اہل عرب جنکو اس وقت پروردگار نے تمام دنیا کا بادشاہ بنایا ہے ہمارے مذہب پر کوئی حملہ نہیں کرتے ہماری مذہبی روایات کا پورا لحاظ کرتے ہیں، ان کی حکومت میں ہمیں ہر طرح کی مذہبی آزادی حاصل ہے، یہی نہیں بلکہ مذہبی کاموں میں وہ ہماری ہر طرح کی اعانت کرتے ہیں، ہماری عبادتگاہوں اور گرجوں کیلیے عطیے دیتے ہیں، ہمارے پادریوں کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔"

مسلمانوں کے متعلق یہ ایک بدگمانی پھیلائی گئی ہے کہ ان کے دور حکومت میں سول سروس بالکل مسلمانوں کے لیے مختص تھی اور غیر مسلموں کے لیے مناصب حکومت کے دروازے بند تھے۔ لیکن ہمارا قانون اور ہماری تاریخ دونوں اسکی تردید کرتے ہیں۔ قرآن حدیث اور فقہ تینوں ایسے کسی حکم سے خالی ہیں جس کا منشا یہ ہو کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں سے ان کی اہلیت کے مطابق خدمت نہ لی جائے۔ اسی طرح تاریخ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلامی حکومتوں نے اس باب میں کبھی متعصبانہ پالیسی اختیار کی ہو۔ خلافت راشدہ خالص مذہبی حکومت تھی۔ مگر اس میں ذمیوں سے حکومت کی خدمت لی جاتی تھی۔ خلافت اموی میں مالگذاری اور حساب کا پورا صیغہ ذمیوں کے ہاتھ میں تھا۔ خلافت عباسی میں کونسا عہدہ تھا جسکا دروازہ ذمیوں کے لیے بند ہو۔ ان خلفاء کی حکومت میں ذمیوں کو بڑے بڑے عزت کے منصب حاصل تھے۔ مثلاً خلیفہ مامون کے دربار میں مشہور عیسائی بختیشوع کا جو مرتبہ تھا وہ مسلمانوں کے اکابر کو بھی حاصل نہ تھا۔ مامون اس کو اپنے نجی کے مشوروں میں شریک کرتا، اپنے خاص معاملات میں اس سے رائے دریافت کرتا، اور اسکی رائے پر عمل کرتا۔ اس کا عام اعلان تھا کہ جو کوئی میرے پاس درخواست پیش کرنا چاہے اُسے بختیشوع کے

ذریعہ سے بھیجنا چاہیے، چنانچہ بڑی بڑی ہستیاں بختیشوع کے ذریعہ اپنی اپنی عرضیاں شاہی دربار میں بھیجتی تھیں۔ کیا اس سے بڑھکر کوئی حکومت غیر اقوام کو اپنے یہاں اعزاز بخش سکتی ہے۔

خلیفہ معتضد کے دربار میں کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی، تمام اراکین سلطنت کھڑے رہتے تھے، لیکن ثابت بن قرہ کو بیٹھنے کی عام اجازت تھی، حالانکہ ثابت بن قرہ ذمی تھا۔ ایک دن معتضد ثابت بن قرہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے تفریح کے لیے جا رہا تھا۔ دفعتہً معتضد نے ہاتھ کھینچ لیا۔ ثابت خوف سے کانپ اٹھا۔ معتضد نے کہا ڈرو نہیں، بات یہ ہے کہ میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے اوپر تھا اس لیے میں نے کھینچ لیا کیونکہ تم علمی دنیا کے بادشاہ ہو، تمہیں حق ہے کہ تم اپنا ہاتھ اوپر رکھو۔

یہاں مثالوں کے انبار لگانا مقصود نہیں۔ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اس باب میں مسلمانوں نے جتنی فیاضی سے کام لیا ہے اسکی نظیر دنیا کی کسی حکمراں قوم میں نہیں مل سکتی۔ یہاں ایک چھوڑ بیسیوں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ غیر مسلم رعایا کے افراد کو گورنری اور وائسرائلٹی اور سپہ سالاری تک کے عہدوں پر مقرر کیا گیا۔ مگر اس جمہوریت کے دور میں کوئی انتہائی آزاد خیال قوم بھی ایسی فیاضی کی مثال پیش نہ کر سکی اسکی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اسلام کی تعلیم مسلمانوں کو انسانیت کی قدر کرنا سکھاتی ہے اور اس میں یہ صلاحیت پیدا کرتی ہے کہ انسان کو اسکے وطن یا اسکی نسل یا اسکی زبان کے لحاظ سے نہیں بلکہ اسکے انسانی اوصاف کے لحاظ سے دیکھے۔ بخلاف اس کے غیر مسلم خواہ وہ کسی گروہ سے تعلق رکھتا ہو اس ڈھنگ پر تربیت پاتا ہے کہ انسانی نقطۂ نظر کو اس کے ذہن میں نشوونما ہی نصیب نہیں ہوتا۔ وہ انسان اور انسان کے درمیان اوصاف انسانی کے لحاظ سے نہیں بلکہ عوارض مادی کے لحاظ سے تمیز کرتا ہے اور یہ برقانی کیفیت اسکی آنکھوں پر اسطرح چھائی ہوئی ہے کہ علم و عقل کی کوئی ترقی اسکی اس بیماری کو پوری طرح دور نہیں کر سکی۔ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسی تہذیب ہے جسکے ماحول میں تربیت پاکر انسان اس بیماری سے نجات پا سکتا ہے۔